ڈاکٹر غلام جیلانی برق

اقبال عالم بالا میں

جس طرح ایک پھل پھول سے پختگی تک پہنچنے میں کئی مراحل سے گزرتا ہے اسی طرح اقبال کا فلسفہ بانگ درا سے زبور عجم تک حسن و جمال کی بیسیوں منازل طے کرنے کے بعد پہنچا۔ خیال یہ تھا کہ زبور عجم تک وہ سب کچھ کہہ چکے ہیں اور فکر و فلسفہ کے اس عظیم شاہکار کے بعد ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ لیکن پانچ سال بعد ۱۹۳۲ء میں "جاوید نامہ" نئے اسلوب، آہنگ اور افکار کے ساتھ سامنے آیا۔ اس کا موضوع کچھ اس طرح ہے کہ اقبال عالم بالا میں ایک محفل سجاتے ہیں۔ اس میں رومی، افغانی، حلاج، نطشے، ٹالسٹائی وغیرہ کی ارواح بلاتے ہیں اور اپنی بات ان کے منہ سے کہلواتے ہیں۔ چند باتیں ملاحظہ ہوں:

اقبال: (رومی سے)۔ موجود اور ناموجود کی حقیقت کیا ہے؟

رومی: وجود کا تقاضا ظہور و نمود ہے۔ ہر موجود چیز آشکارائی کے لیے بے تاب ہوتی ہے اور انسان کو یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنی ذات کو بے پردہ دیکھ لیتا ہے یعنی پہلے اپنے آپ کو اور پھر اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔

مردِ مومن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نشد الّا بذات

(مومن کو صرف صفات (مظاہر کائنات) سے نہیں بہلایا جا سکتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تماشائے ذات سے کم کسی چیز پر راضی نہیں ہوئے تھے۔)

خود اقبال بھی تماشائے ذات کے لیے اس قدر مضطرب تھے کہ:

میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں

اقبال نے رومی سے دوسرا سوال یہ پوچھا کہ ہم ذاتِ الٰہی تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ فرمایا: اس

وقت کا انتظار کرو جب کائنات لباسِ عناصر اُتار سکے یعنی گردِ جہات کو جھاڑ دے۔ ان حجابات کے اُٹھ جانے سے ذات بے پردہ نظر آنے لگے گی۔ آدمی دو دفعہ پیدا ہوتا ہے۔ اولاً جب وہ اس جہانِ ذی حیات میں داخل ہوتا ہے۔ ثانیاً جب وہ اس زندانِ عناصر سے باہر نکلتا ہے۔ پہلی پیدائش شکستِ شکم سے ہوتی ہے اور دوسری شکستِ عالم سے:

آن سکون و سیر اندر کائنات
این سراپا سیر بیرون از جہات

(وہ (ولادت) سیرِ کائنات ہے اور یہ خروج از جہات۔)

مزید فرمایا:

زندگی میں سلسلۂ غیب و حضور سدا قائم رہتا ہے۔ کبھی یہ جلوت کو پسند کرتی ہے اور کبھی خلوت کو۔ اس کی جلوت انوارِ صفات سے روشن ہوتی ہے اور خلوت نورِ ذات سے۔ عقل جلوت پسند ہے اور عشق خلوت پسند۔ عقل کی تگ و دو آسمان تک ہے اور عشق کی لامکاں تک۔ خیبر کا فاتح عشق ہے اور عشق ہی نے چاند کو شق کیا تھا۔ شعور میں انقلاب عشق سے پیدا ہوتا ہے اور عشق ہی بلند و پست کی قید سے رہائی دلاتا ہے۔

عارفِ ہندی سے ملاقات

اقبال پیرِ رومی کے ہمراہ فلکِ قمر پہ پہنچے۔ وہاں ایک مقام پر ہندوستان کے ایک عارف سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بطورِ امتحان اقبال سے پوچھا:

سوال: مرگِ عقل کیا ہے؟
جواب: ترکِ فکر۔
سوال: مرگِ قلب کیا ہے؟
جواب: ترکِ ذکر
سوال: تن کیا ہے؟
جواب: گردِ راہ
سوال: جان کیا ہے؟

جواب : رمزِ لاالٰہ ۔
سوال : عوام کا دین کیا ہے ؟
جواب : صرف شنید ۔
سوال : دینِ عارفاں کیا ہے ؟
جواب : دید ۔

اقبال کے جوابات سے خوش ہو کر عارف کہنے لگا ۔ سنو ! جس طرح پانی غوطہ خور کی نگاہ کو نہیں روک سکتا ۔ اسی طرح یہ عالم ذاتِ حق کے سامنے حجاب نہیں بن سکتا ۔ دوبارہ شباب حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ ہم کسی نئی دنیا میں پھر پیدا ہوں ۔ کافر مردہ ہوتا ہے ، اس سے جہاد مناسب نہیں ۔ مردِ مومن اپنے آپ سے لڑتا ہے تاکہ نفس کو شکست دے سکے ۔ صنم کی پرستش کرنے والا بیدار دل کافر ، اس دیندار سے اچھا ہے جو حرم میں سویا ہوا ہو ۔ جب دانہ مٹی کی پستیوں سے باہر آتا ہے تو وہ شعاعِ آفتاب کو پہچاننے کے قابل ہو جاتا ہے ۔

وادیٔ طواسین

پیر اور مرید دونوں چاند کی ایک وادی ، وادیٔ یرغمید میں جا نکلے ۔ وہاں گوتم بدھ ، زرتشت ، حضرت مسیح اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ارواح (طواسین) موجود تھیں ۔ ہر طاسین نے انھیں کچھ نہ کچھ کہا ۔ مثلاً

طاسینِ گوتم

کائنات تمام منظر فانی و گزراں ہے ۔ یہ کوہ و صحرا اور بحر و بر کوئی حقیقت نہیں رکھتے ۔ مشرق کا فلسفہ اور مغرب کی دانش سب بت خانہ ہیں اور طوافِ بت خانہ بے کار ۔ تم صرف اپنی ذات کی فکر کرو ۔

کہ تو ہستی و وجود دو جہاں چیزے نیست

(کہ صرف تم باقی رہو گے اور دونوں جہان مٹ جائیں گے) ۔

طاسینِ زرتشت

کائنات میں نور کا ایک دریا بہہ رہا ہے جس کے کناروں پر تاریکی (سایۂ اہرمن) ہے ۔ میں اس دریا کا سب سے بڑا طوفان ہوں ۔ زندگی کیا ہے ؟ اپنا ظہور اور اپنی ضرب کو آزمانا ۔ مصیبتوں سے خودی

محکم ہوتی ہے اور خدا کو بے نقاب کرتی ہے ۔ اگرچہ خدا خلوت وجلوت دونوں میں جلوہ آرا ہے ۔ لیکن خلوت آغاز ہے اور جلوت انجام ۔ عشق خلوت میں کلیمی ہے اور جلوت میں شاہی ۔

طاسینِ مسیحؑ

پیروانِ مسیحؑ کی کافری سے عقل خوار اور ان کی سوداگری سے عشق رسوا ہو گیا ہے ۔ ان کی محبت آزار ہے اور عداوت موت ۔ ان کے علم نے انھیں صرف چنگیزی دی ہے اس لیے ان کی موت انسانیت کی حیات ہے ۔

طاسینِ محمدؐ

طاسینِ محمدؐ کے نمودار ہوتے ہی حرمِ کعبہ سے ایک فریاد بلند ہوئی ۔ ابوجہل کی روح کہہ رہی تھی کہ محمدؐ کی وجہ سے ہمارا کعبہ اجڑ گیا اور سینہ داغ داغ ہو گیا ۔ اس نے قیصر وکسریٰ کی تباہی کی باتیں کیں اور نوجوانوں کو ہم سے چھین لیا ۔ یہ خود ساحر اس کا کلام جادو اور اس کا نعرہ لاالٰہ کافری ہے ۔ ہمارے آبائی دین کو اس نے مٹا دیا اور لات ومنات کو پاش پاش کر دیا ۔ اس کا مذہب ملک ونسب کا قاطع ہے ۔ قریشی ہونے کے باوجود یہ عربوں کی فضیلت سے منکر ہے ۔ اس کی نگاہ میں بلند وپست سب برابر ہیں اور یہ غلام کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتا ہے ۔ اس کی یہ مساوات عجمی نژاد ہے ۔ کون نہیں جانتا کہ (مشہور صحابی) سلمان فارسیؓ عقیدتاً مزدکی[۱۵] تھے ۔ اسے زہیر[۱۶] دنیا میں واپس آ ۔ اور محمدؐ کے طلسمِ وضاحت کو توڑ دے

---

[۱۵] مزدک ایران کا ایک جھوٹا مدعیٔ نبوت، جو انوشیرواں کے والد قباد (۴۷۷ – ۵۳۰ء) کو اپنا معتقد بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا ۔ یہ مساوی تقسیمِ دولت یعنی اشتراکیت کا مبلغ تھا ۔ جب انوشیرواں (۵۳۰ – ۵۷۹ء) کے عہد میں اس نے تاج وتخت کے خلاف ایک سازش کی تو انوشیرواں نے اسے قتل کر دیا ۔ (سائیکس تاریخ ایران قدیم، ج ۱)

[۱۶] زہیر بن ابی سلمیٰ قبیلہ مزینہ کا ایک بلند مرتبہ شاعر تھا ۔ یہ ظہورِ اسلام سے قدرے پہلے فوت ہو گیا تھا ۔ اس کا بیٹا کعب بن زہیر آغاز میں حضورؐ کی ہجو کیا کرتا تھا ۔ بعد میں یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ ایمان لایا اور مدحِ رسولؐ میں ایک بلند قصیدہ پڑھا جو بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے ۔ (نکلسن ۔ تاریخ ادبِ عربی)

جمال الدین افغانی

فلکِ عطارد پر اقبال کی ملاقات جمال الدین[3] افغانی اور سعید حلیم[4] پاشا سے ہوئی۔ اقبال نے کہا کہ عصرِ رواں میں دین و وطن برسرِ پیکار ہیں۔ ضعفِ یقین سے روح بدن میں مر چکی ہے۔ عالمِ اسلام فرنگ کا گرویدہ ہو رہا ہے اور اشتراکیت دین کو ختم کر رہی ہے۔ ان مصائب کا کوئی علاج ؟

افغانی : مغرب کا مکار و عیار سیاست داں خود تو ایک مرکز کی تلاش میں ہے، لیکن آپ کو تعلیمِ وطن دے کر شام، عراق اور مصر و ایران میں بانٹ رہا ہے۔ اگر تم نیک و بد کی تمیز رکھتے ہو تو سنگ و خشت سے دل نہ لگاتا کیونکہ مردِ حُر حدود و جہات میں نہیں سما سکتا۔ عقاب آزاد فضاؤں میں اُڑتے ہیں اور چوہوں کی طرح بل میں نہیں گھستے۔ رہی اشتراکیت تو کارل مارکس کے سچ میں باطل کی آمیزش ہے۔ اس حق ناشناس "نبی" نے دین کی بنیاد مساواتِ شکم پہ ڈالی اور آسمانوں کو چھوڑ کر پیٹ میں زندگی تلاش کی۔ یہ دونوں نظام (سرمایہ اور اشتراکیت) :

ہر دو یزداں ناشناس آدم فریب

خدا سے ناآشنا ہیں اور انسان کو فریب دے رہے ہیں۔ دونوں آب و گِل میں غرق ہیں اور :

ہر دو را تن روشن و تاریک دل

---

[3] جمال الدین افغانی (۱۸۳۸ء — ۱۸۹۷ء) افغانستان کے ایک قصبے اسد آباد میں پیدا ہوئے تھے۔ کابل میں تعلیم پائی۔ ۱۸۵۷ء میں حج کیا۔ واپس آئے تو کچھ عرصہ کے لیے اپنے وطن کو چھوڑ کر حیدر آباد دکن میں آگئے۔ ۱۸۶۸ء میں مصر چلے گئے۔ وہاں سے ترکی پہنچے۔ واپس آکر آٹھ برس مصر میں گزارے۔ کچھ عرصہ پیرس میں بھی رہے۔ پھر ایران چلے گئے۔ وہاں سے دوبارہ ترکی گئے۔ اور وہیں ۱۸۹۷ء میں وفات پائی۔ کوئی چالیس سال بعد ان کا تابوت حکومتِ افغانستان نے استنبول سے کابل منگوا لیا اور اب ان کا مزار کابل میں ہے۔ (قاضی عبدالغفار : آثارِ جمال الدین افغانی سید عابد علی : تلمیحاتِ اقبال لاہور ۱۹۵۹ — ۱۹۵۰ء)

[4] سعید حلیم پاشا قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ ترکی اور جنیوا میں تعلیم پائی اور ترکی کو وطن بنا لیا۔ لیکن حکومت ان کے سیاسی افکار سے خوف زدہ ہوگئی اور انھیں ملک سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ مصر میں آگئے۔ ۱۹۱۲ء میں مصر کے وزیرِ اعظم بن گئے اور ۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو انھیں کسی نے روم میں قتل کر دیا۔ (تلمیحات، ص ۲۱۸)

دونوں کے تن روشن اور دل تاریک ہیں۔

سعید حلیم پاشا

غربیوں کی رہبر عقل ہے اور شرقیوں کا عشق۔ عقل عشق سے حق شناس بنتی ہے اور عشق عقل سے قوت حاصل کرتا ہے۔ جب عقل و عشق مل جائیں تو عالمِ نو کی بنیاد ڈال دیتے ہیں۔ چونکہ مغرب عشق سے محروم ہو چکا ہے، اس لیے اس کا چراغ آہستہ آہستہ بجھ رہا ہے اور اس کی تقدیر میں کوئی اور عصر موجود نہیں۔ ترکوں کا ساز نوائے تازہ سے خالی ہے اور وہ یورپ کے کہنہ و بوسیدہ لباس کو نیا سمجھ کر پہن رہے ہیں۔ مومن کی تقدیر سب سے الگ ہے۔ جب وہ ایک جہان سے اکتا جاتا ہے تو:

می دہد قرآن جہانے دیگرش

قرآن اسے نیا جہان دے دیتا ہے

فلکِ زہرہ

جب اقبال پیرِ رومی کے ہمراہ فلکِ زہرہ پر پہنچے تو وہاں فرعون[۵۵]، مہدی سوڈانی[۵۶] اور بعل[۵۷] سے ملاقات ہوئی۔

نغمۂ بعل

مجھے آلِ خلیل نے اقتدار سے محروم کر دیا تھا لیکن یورپ نے مجھے لحد سے نکال کر پھر زندہ کر دیا ہے۔

---

۵۵ یوں تو فرعونوں کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی اور ان کا زمانۂ اقتدار تقریباً ساڑھے تین ہزار برس تھا لیکن یہاں فرعونِ موسیٰ مراد ہے۔ جس کا نام منفطہ تھا اور جو تقریباً ۱۲۲۵ ق م میں حضرت موسیٰ کا تعاقب کرتے ہوئے قلزم میں ڈوب گیا تھا۔ (تمام تفاسیر۔ نیز برطانیکا)

۵۶ مہدی سوڈانی (۱۸۴۸ – ۱۸۸۵ء) کا اصلی نام محمد احمد تھا۔ اس نے ۱۸۸۱ء میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۸۳ء میں ایک ریاست کی بنا ڈالی جس کی سرحدیں مصر سے ملتی تھیں۔ ۱۸۸۵ء میں اس کی وفات ہوگئی اور تیرہ برس بعد لارڈ کچنر نے اس ریاست پر حملہ کر کے اسے ختم کر دیا اور مہدی سوڈانی کی قبر کھود کر اس کی ہڈیاں سمندر میں پھینک دیں۔ (تلمیحات صفحہ ۶۲۹)

۵۷ بعل قدیم لبنانیوں یعنی فنیقیوں کا ایک بت تھا جسے سورج کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں بھی اس کی پرستش ہوتی تھی۔ (گنتی ۲۲/۴۱)۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "ڈکشنری آف دی بائبل۔ زیر بعل"

ج آلِ خلیل خدا سے کٹ کر وطن کی پرستش کر رہی ہے۔ اسلام رنگ و نسب سے شکست کھا چکا ہے۔
ج چراغِ مصطفیٰ کا کوئی خوف نہیں رہا۔ کیونکہ کئی بولہب اسے بجھانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔

حہ فرعون

افسوس کہ میں متاعِ عقل و دین لٹا بیٹھا۔ میں نے نورِ کلیمی کو دیکھا لیکن پہچان نہ سکا۔ اب اگر دوبارہ کلیم اللہ کو دیکھوں تو اُن سے ایک دلِ آگاہ طلب کروں گا۔ ملوکیت کا انجام تباہی ہے۔ دسٹ ڈالنے سے حکومت کبھی محکم نہیں ہو سکتی۔

مدی سوڈانی

مہدی کی روح نے لارڈ کچنر[۵] سے کہا۔ اے کچنر! خاکِ درویش کا انتقام دیکھ کہ تو نے سمندر میں میری ہڈیاں پھینکی تھیں اور آسمان نے تجھے زندہ سمندر میں ڈبو دیا۔ پھر عربوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے روحِ عرب جاگ اور اپنے اسلاف کی طرح نئے جہانوں کی بنا ڈال۔

زندہ کن در سینہ آں سوزے کہ رفت
درجہاں باز آور آں روزے کہ رفت

(پرانے سوز کو پھر زندہ کرو۔ اور گزرے ہوئے ایام کو واپس لاؤ۔)

ب مریخ

فلکِ مریخ پر ان کی ملاقات حکیم مریخی سے ہوئی۔ اقبال نے اس سے تقدیر کی حقیقت پوچھی تو کہنے لگا۔

"اہلِ زمین تقدیر کا مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ تقدیر عمل کی تابع ہے۔ اگر ایک تقدیر پسند نہ آئے تو

---

۵ ایچ۔ ایچ۔ کچنر (۱۸۵۰ - ۱۹۱۶ء) ۱۸۸۲ء میں مصری فوج میں بطور افیسر مقرر ہوا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں مصری فوج کا کمانڈر انچیف بن گیا۔ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۹ء تک افواجِ ہند کا سپہ سالارِ اعظم رہا۔ ۱۸۹۶ء میں مہدی سوڈانی کے مرکز پر حملہ کیا۔ اس پر قبضہ کر لیا اور مہدی کی ہڈیاں قبر سے نکال کر سمندر میں بہا دیں۔ ۱۹۱۶ء انگریز نے اسے کسی مشن پر زارِ روس کے پاس بھیجا۔ اس کا جہاز بحیرۂ روم میں غرق ہو گیا۔ غالباً کسی جرمن آبدوز کے حملے سے۔ (سٹینڈرڈ، انسائیکلو پیڈیا)

عمل بدل کر دوسری تقدیر مانگ لو۔ یہ تقاضا بے جا نہیں ہوگا کیونکہ:

زآنکہ تقدیراتِ حق لا انتہا ست

(خدائی تقدیروں کی کوئی انتہا نہیں ہے)

اگر تم شبنم ہو تو تمھاری تقدیر ٹپکنا ہے۔ اگر قلزم ہو تو تمھاری تقدیر دوام ہے۔ اگر خاک ہو تو خدا تمھیں ہوا کے حوالے کر دے گا اور اگر پتھر ہو تو کسی شیشے پہ پھینک دے گا۔

حلاجؒ[۹] کے افکار

دنیا میں جہاں کہیں تمھیں تازگی اور چمک نظر آئے تو یقین کرو کہ وہاں یا تو نورِ مصطفےٰ ہے اور یا وہ مصطفےٰ کی تلاش میں ہے۔ مصطفےٰ کے سامنے ساری کائنات سجدے میں ہے۔ با ایں ہمہ وہ اپنے آپ کو عبدہٗ کہتا ہے۔ عبدہٗ کی ابتدا تو ہے لیکن انتہا کوئی نہیں۔ یہ کائنات کا راز اور لا الٰہ کا ماحصل ہے۔

طاہرہ[۱۰]

اقبال اور رومی کی ملاقات قرۃ العین طاہرہ سے بھی ہوئی۔ اس کے جذبات کا اندازہ ان اشعار سے لگائیے:

از پئے دیدنِ رخت ہمچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ، در بدر، کوچہ بکوچہ، کو بکو
می رود از فراق تو خونِ دل از دو دیدہ ام
دجلہ بہ دجلہ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ، جُو بہ جو

(تیرا چہرہ دیکھنے کے لیے میں بادِ صبا کی طرح در بدر، کو بکو اور خانہ بخانہ گھوم رہی ہوں تیرے

۹۔ منصور حلاج بغدادی "انا الحق" کا مدعی، جسے خلیفہ المقتدر عباسی نے ۹۲۴ء میں دار پر کھینچ دیا تھا۔ (ابن ندیم، الفہرست)

۱۰۔ طاہرہ کا اصلی نام زریں تاج تھا۔ اپنے دور کی ممتاز خطیبہ اور بہت حسین عورت تھی۔ جب شیراز کے مرزا علی محمد باب نے ۱۲۶۰ھ ۔ ۱۸۴۴ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ اس کی پیرو بن گئی اور قرۃ العین کے خطاب سے نوازی گئی۔ یہ قزوین کی رہنے والی تھی۔ ۱۸۵۰ء میں جب علی محمد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تو یہ بھی گرفتار ہوئی اور اسے بھی موت کی سزا ملی۔ (تلمیحات، ص ۲۲۸)

فراق میں میری دو آنکھوں سے خون کے چشمے ، دریا بلکہ سمندر رواں ہیں۔)
غالب[۱۱]

رُوحِ غالب نے کہا :

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست
رحمۃ للعالمینی انتہاست

(تخلیق - تقدیر اور ہدایت ابتدائے حیات ہے اور رحمۃ للعالمینی انتہا)
نیز فرمایا کہ آج کے شاعر بیکار ہیں - یہ کلیم ہیں ید بیضا کے بغیر -

غدارانِ ملّت

جب یہ فلکِ زحل پہ پہنچے تو وہاں ارواحِ خبیثہ کو جلتے اور پٹتے دیکھا - ان میں ہندوستان کی دو روحیں بھی تھیں - یعنی :

جعفر[۱۲] از بنگال و صادق[۱۳] از دکن
ننگِ آدم ننگِ دیں ننگِ وطن

رُوحِ ہند

اس دوران میں روحِ ہند نمودار ہوئی اور کہنے لگی - بے شک جعفر مر چکا ہے لیکن اس کی روح

---

[۱۱] ۱۸۹۸ء

[۱۲] آج سے اڑھائی سو سال پہلے جب انگریز برصغیر میں اپنے قدم جما رہے تھے تو میسور کے سلطان ٹیپو اور بنگال کے نواب سراج الدولہ نے ڈٹ کر انگریز کا مقابلہ کیا - لیکن دونوں اپنوں کی غداری سے مارے گئے - بنگال کا غدار میر جعفر تھا - یہ سراج الدولہ کا کمانڈر انچیف تھا جس جنگ میں نواب سراج الدولہ شہید ہوا تھا وہ جنگِ پلاسی کے نام سے مشہور ہے - یہ ۱۷۵۷ء میں لڑی گئی تھی - سراج الدولہ کی شہادت کے بعد میر جعفر کو نواب بنا دیا گیا - یہ ۱۷۵۸ء سے ۱۷۶۱ء تک برسرِ اقتدار رہا اور ۱۷۶۵ء میں مر گیا -

[۱۳] میر صادق ریاست میں دبیرِ خاص کے عہدے پر متمکن تھا - جب ۱۷۹۹ء میں انگریزوں نے میسور پر حملہ کیا تو میر صادق انگریزوں کے ساتھ مل گیا - چنانچہ سلطان ٹیپو شہید ہو گئے اور بعد میں ٹیپو کے ایک وفادار سپاہی نے میر صادق کو موت کے گھاٹ اُتار دیا - (مور لینڈ اور چٹرجی : مختصر تاریخ ہند - نیز تلمیحات ، ص ۲۲۵)

زندہ ہے۔ جب وہ ایک بدن کی قید سے نکلتی ہے تو دوسرے بدن میں گھر بنا لیتی ہے۔ کبھی یہ کلیسا میں سازباز کرتی ہے اور کبھی بت خانے میں۔ تجارت اس کا دین ہے اور یہ عنتر[۱۴] ہے حیدر کے لباس میں:

الاماں از روحِ جعفر الاماں
الاماں از جعفرانِ ایں زماں

نطشے[۱۵]

ناگاہ ایک آسمان پر ایک مجذوب نظر آیا اور اقبال نے پیرِ رومی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو جواب ملا:

عاشقے در آہِ خود گم گشتۂ
سالکے در راہِ خود گم گشتۂ

(یہ ایک عاشق ہے اپنی آہ میں گم۔ اور سالک ہے اپنی راہ میں گم)

مستی او ہر زجاجے را شکست
از خدا ببرید و ہم از خود شکست

(اس کی مستی ہر مینا کو توڑ گئی۔ یہ خدا سے بھی کٹ گیا اور اپنے آپ سے بھی)

اس پر مجذوب بول اٹھا:

میں کسی ایسی قاہری کا قائل نہیں ہوں جس کے ساتھ دلبری شامل نہ ہو۔ یعنی جلال جمال کے بغیر بیکار ہے۔ مجھے مقامِ کبریا کی تلاش ہے اور یہ منزل عقل و حکمت سے ماورا ہے۔

رومی کہنے لگے کہ اگر نطشے حضورؐ کی معیت میں ہوتا تو سرورِ سرمدی سے بہرہ وافر پاتا۔

۱۴؎ عنتر، خیبر کا ایک سردار تھا۔ مرحب کا باپ۔ جب ۷ھ۔ ۶۲۸ء میں حضورؐ نے خیبر (مدینہ کے شمال میں کوئی ڈیڑھ سو میل دور ایک قصبہ) پر حملہ کیا۔ تو شروع کی انفرادی جھڑپوں میں مرحب سامنے آیا اور للکارنے لگا حضورؐ نے اس کے مقابلے کے لیے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ اس نے آپ کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ لیکن آپ نے اچھل کر اس کے فولادی خود پر اس زور سے تلوار ماری کہ خود اور کھوپڑی کو کاٹ کر ٹھوڑی تک نکل گئی۔ (شبلی ۔ سیرت النبی "غزوہ خیبر")

۱۵؎ جرمن فلسفی ۔ ۱۸۴۴ ۔ ۱۹۰۰ء

قصرِ شرف النسا[16]

یہ جب بہشت میں پہنچے تو انھیں ایک عظیم الشان محل نظر آیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ شرف النسا کی رہائش گاہ ہے۔ اس کے متعلق اقبال فرماتے ہیں :

آں فروغِ دودۂ عبد الصمد
فقرِ او نقشے کہ ماند تا ابد

(وہ خاندانِ عبد الصمد کی روشنی ہے۔ اس کا فقر ایک ایسا نقش ہے جو ہمیشہ رہے گا۔)

گفت اگر از رازِ من داری خبر
سوئے ایں شمشیر و ایں قرآں نگر
ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند

شمشیر و قرآن ایک دوسرے کے محافظ ہیں۔ اور یہ کائنات کے محور ہیں۔

معذرت

بات لمبی ہو رہی ہے۔ اس لیے سرِدست اس کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اگر بعد کبھی موقع ملا۔ تو باقی ارواح سے بھی آپ کی ملاقات کراؤں گا۔

---

[16] محمد شاہ (رنگیلے) کے زمانے (۱۷۱۹ - ۱۷۴۸ء) میں نواب عبد الصمد خان دلیر جنگ پنجاب کا گورنر تھا۔ جب ۱۷۳۷ء میں اس کی وفات ہو گئی تو اس کا بیٹا ذکریا خان لاہور اور ملتان کا گورنر مقرر ہوا۔ شرف النسا اسی ذکریا خان کی بیٹی تھی۔ نہایت پارسا، عالمہ اور عابدہ۔ وہ تلاوت کے وقت تلوار اپنے پاس رکھتی تھی۔ بعد از تلاوت تلوار کو قرآن کے پاس رہنے دیتی اور کہا کرتی۔ کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے محافظ ہیں۔ اس کی وصیت کے مطابق قرآن تلوار سمیت اس کی قبر میں رکھ دیا گیا تھا جسے سکھوں نے نکال لیا۔ اس کی قبر لاہور میں بیگم پورہ کے قریب ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق یہ عبد الصمد کی دوسری بیوی تھی۔ (تلمیحات، ص ۲۲۳۔ نقوش لاہور نمبر، ص ۳۶۱)